عمران اختر
پی ایچ۔ڈی اسکالر (اردو)
شعبۂ اردو بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

# سرزمینِ ملتان کی تحتی بولیوں پر اُردو زبان کی آمیزش کے اثرات: مساحتی معائنہ اور جائزہ

**It is a sociolinguistic survey to know about the influence of Urdu on the regional verities of the languages, especially on Haryanvi Saraiki / Multani, Punjabi and its dialects . This paper investigates and emphasis on the current language of historical city of Multan and its regional dialects. It overview the social and cultural bindings to Haryanvi, Punjabi and Siraiki's different accents. As Haryanvi, has its own local and Indian accent, vocabulary, script, pronunciation and grammar effects language emergence of its social and cultural binding of a geographical area which give basis for its identity.**

سرزمینِ ملتان کا شمار کثیر الالسانی خطوں میں کیا جاتا ہے۔ یہاں کی لسانی فضا بے شمار تحتی بولیوں کی آمیزش سے مزین ہے۔ علاوہ ازیں عربی، فارسی، سندھی اور سرائیکی زبانوں کے واضح اثرات بھی اس خطے کے موجودہ لسانی ماحول میں با آسانی دیکھے جا سکتے ہیں۔حتمی طور پر تو کوئی بات نہیں کی جاسکتی تاہم منڈاری قبیلے کے افراد کی موجودگی کے اثرات کا با قاعدہ سراغ ملنے کے بعد یہاں پر ''منڈاری زبان'' کے بولے جانے کے چند شواہد سامنے آئے ہیں۔ دریائی گزر گاہ پر واقع ہونے کی وجہ سے یہ خطہ بے شمار بیرونی حملہ آوروں کے لیے بھی ساماں عیش وعشرت مہیا کرتا رہا ہے۔ بیرونی حملہ آوروں نے نہ صرف یہاں کے مقامی افراد سے بات چیت کرنے کے لیے اور تجار نے اپنی اشیاءِ تجارت بیچنے کے لیے یہاں کے مقامی افراد سے اُن کی مقامی بولی اور زبان میں بات کرنا شروع کی بلکہ ساتھ ہی ساتھ باہمی میل جول اور رسوم و روابط کو پروان چڑھانے کے لیے بھی اس خطہ میں با قاعدہ لسانی زرخیزی کا عمل شروع کیا۔ یہ سرزمین چونکہ موہنجوداڑو اور ہڑپہ کی تہذیبی و ثقافتی فضا سے بہت حد تک مشابہت رکھتی ہے لہٰذا یہاں پر تہذیبی زندگی کے اثرات آج تک با قاعدہ طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ ملتان اور اس کے گردنواح سمیت وادی سندھ میں جو زبان بولی جاتی تھی اس کے ذخیرہ الفاظ میں زیادہ تر غیر آریائی الفاظ ہیں۔ لہٰذا اس بات کا قوی امکان پایا جاتا ہے کہ ان زبانوں کی بنیاد کسی ایسی زبان پر رکھی گئی ہے ہوگی جن کا سرچشمہ ان مغربی ممالک میں تھا جن کا تعلق موہنجوداڑو اور ملتان یا ہڑپہ کی قدیم تہذیب سے وابسطہ ہے۔(۱)

نیز اس علاقے کی 'منڈاری زبان' کو دردستان سے آنے والی زبان' پشاچی اپ بھرنش' نے بہت حد تک متاثر کیا اور بعد ازاں وارچڈ اپ بھرنش وہ آخری زبان تھی جس کے بعد اس علاقے میں سندھی اور ملتانی باقاعدہ طور پر بولی کی صورت میں سامنے آئی اور سمجھی اور بولی جانے لگی۔

ڈاکٹر جمیل جالبی سندھ اور ملتان کی زبان کو مسلمانوں کی آمد سے قبل' شورسینی اپ بھرنش' جبکہ ڈاکٹر مہر عبدالحق 'وارچڈ اپ

بھرنش' کو سندھی اور ملتانی کا ماٰخذ قرار دیتے ہیں۔ اِن دو محققین کے نظریات کے ساتھ ہی اس سرزمین ملتان میں لسانی آبیاری کا عمل کسی سمت سفر کرتا نظر آتا ہے۔ یہ بات تو اپنی جگہ مسلمہ ہے کہ مسلمانوں کی آمد سے قبل ملتان میں ایک بیچ میل قسم کی زبان بولی جاتی تھی جس میں پیشاچی، شورسینی اور وارچڈ اپ بھرنش کے واضح اثرات موجود تھے۔ تاہم ایک اور نظریہ بھی اس کے ساتھ ہی ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ:

> ''سندھ اور ملتان کی اصلی زبان ایک نہیں بلکہ متعدد تھیں اور بھاٹیہ (بھیرہ) سے لے کر سندھ کے بالائی حصے تک تو اُرد ناگری کا رواج تھا یعنی نصف ناگری جبکہ سندھ کے ساحلی علاقوں میں ملگاری زبان بولی جاتی تھی اور برہمن آباد اور منصورہ میں سین آب (سندھی) رائج تھی۔(۲)

سرزمین ملتان میں لسانی تشکیل کے ابتداء میں قریباً آٹھ کے قریب تحتی بولیاں اور چھوٹی چھوٹی ذیلی و مقامی بولیاں اور تقریباً چار سے پانچ تک باقاعدہ زبانیں بولی جاتی تھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ لسانی آبیاری میں سندھی، ملتانی، فارسی عربی، اپ بھرنش، پیشاچی، شورسینی اپ بھرنش اور ملگاری جیسی مقامی بولیوں اور باقاعدہ زبانوں نے لسانی کھچڑی بنانے کے عمل میں معاونت کی ہوگی۔

جہاں تک سوال ان مقامی زبانوں پر اردو زبان کے اثرات کا ہے تو اس ضمن میں یہ بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ اس سرزمین میں مسلمانوں کی آمد کے بعد اور حملہ آوروں کی آمد کے ساتھ ہی اردو نما زبان کھڑی بولی نے فوجیوں کے آپس میل جول کو جواز بنا کر اپنے قدم جمانا شروع کردیے اور یوں کھڑی بولی، مقامی بولی، تحتی و ذیلی بولیوں کے باہم اختلاط کے باعث باہمی میل جول اور ربط و تعاون کے لیے ایک باقاعدہ طور پر مشترکہ زبان پر اتفاق کرلیا گیا ہوگا تاکہ نہ صرف غالب کی زبان مغلوب قوم کے لیے سامانِ راحت ہو بلکہ بیرونی حملہ آور اور تاجر اپنی اشیاء ضروریہ کی خرید وفروخت کے لیے کسی ایک مشترکہ زبان کو کام میں لاسکیں۔ بنیادی طور پر یہ وہ وقت تھا جب اردو نما زبان کھڑی بولی نے اس سرزمین کی مقامی بولیوں پر اپنے اثرات مرتب کرنے کا باقاعدہ طور پر آغاز کیا ہوگا۔ 'پاکستان آبزرور' کی ایک رپورٹ کے مطابق اقوامِ متحدہ نے اردو/ ہندی کو دنیا کی ۳۰۰ ملین لوگوں کی تیسری بڑی مادری زبان قرار دیا ہے۔(۳)

اس بڑی تعداد میں اردو بولنے والوں کی مشترکہ زبان اردو نے مقامی بولیوں بلوچی، پنجابی، سندھی، پیشاچی ،بلتی، سرائیکی اور ہریانوی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ خطہ ملتان میں باقاعدہ طور پر فارسی وہ واحد زبان تھی جو سب سے زیادہ اس خطہ میں پھلی پھولی اور دیگر زبانوں کے ساتھ اس کے روابط بہت جلد قائم ہوگئے اور گُجا یہ کہ اس وقت یہاں کی مقامی زبان ملتانی و سندھی تھی مگر فارسی نے اپنا گہرا اثر چھوڑا جس کی بازگشت آج بھی اِن زبانوں سے مسلسل سنائی دیتی رہتی ہے۔ اردو زبان کے اس ابتدائی زمانہ کے اثرات پر شمس الرحمٰن فاروقی نے بھی لب کشائی کی۔ فارسی کو پہلا بڑا دھکا انگریزوں نے شمال مشرق میں لگایا انہوں نے ۱۸۳۷ء میں بنگال میں بنگالی، اڑیسہ میں اڑیہ اور شمال کے اپنے وسیع مقبوضات میں فارسی رسم الخط ''ہندوستانی'' رائج کی بظاہر تو یہ اُردو کی سرپرستی اور اس کے نفاذ کی جانب ایک اہم قدم تھا مگر درحقیقت اُردو کو محض نچلی سطحوں تک رکھنے کی ایک شعوری کوشش کا دوسرا نام۔ اقتداری اشرافیہ میں فارسی اور انگریزی نے جڑیں پکڑ لیں تھیں۔ قوت اور تزک و احتشام کی سب علامتیں فارسی یا انگریزی میں ادا ہوتی تھیں حتیٰ کہ جواہر لعل نہرو کی شادی کا دعوت نامہ جو ۱۹۱۶ء میں چھپا وہ انگریزی اور

فارسی میں تھا۔‘‘(۴)

اردو زبان کو محض عوام کی زبان تک محدود کرنے کی اِس شعوری کوشش کے نتیجے میں اُردو زبان نے عام افراد کے دل میں گھر کرنا شروع کیا اور یوں پورے ہندسمیت اس زبان کے اثرات اس سرزمین ملتان کی مقامی بولیوں پر پڑنے لگے اور یہ زبانیں زیادہ زور وشور سے لسانی زرخیزی میں اپنا کردار ادا کرنے لگیں۔تاہم ساتھ ہی ساتھ ہمیں ڈاکٹر شوکت سبزواری کے نظریے کو بھی دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اُن کے نزدیک مغربی ہندی کی پانچ بولیاں برج بھاشا، بندیلی، قنوجی، کھڑی بولی اور ہریانی کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک ذہنی تجریدی یا منطقی اپج ہے ۔وہ مغربی ہندی کی اِن بولیوں کی بجائے اردو اور پراکرت کی درمیانی کڑی ’اپ بھرنش‘ کو قرار دیتے ہیں اور اس کا عرصہ گیارہویں صدی عیسوی جبکہ مقام دہلی اور میرٹھ بتاتے ہیں۔(۵)

اکثر ماہرین لسانیات تین بڑے زبان کے خاندانوں کا ذکر کرتے ہیں جن میں پیاڑی/تبتی، ابری، منڈرای اور دراوڑی زیادہ اہم ہیں۔ جارج گریرسن سندھی اور لہندا کو بھی ملتانی کی طرح آریاؤں کے بیرونی دائرے کی زبانیں قرار دیتے ہیں اور لہندا پر دُردی یا پشاچی زبانوں کا اثر بتاتے ہیں۔ جبکہ مغربی پنجاب میں کیکٹی دیس میں پشاچی پراکرت، وارچڈ اَپ بھرنش بولنے کے آثار بھی ملے ہیں اس بنا پر وہ لہندا کو مغربی پنجابی جاٹکی، ہندی یا اوچی قرار دیتے ہیں جبکہ مسعود حسین خان لہندا کو پنجابی سے الگ بولی قرار دیتے ہیں اور ڈاکٹر شوکت سبزواری لہندا کو سندھی، پشاچی یا دردی زبانوں میں شمار کرتے ہیں۔(۶)

ماہرینِ لسانیات کے اِن متضاد بیانات اور اس کثیر الالسانی خطہ کی ثقافتی وتہذیبی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے ذیل میں ایک مساحتی معائنہ پیش کیا جاتا ہے جس کی مدد سے یہ جاننے کی کوشش کی جائے گی کہ کس طرح اس سرزمین ملتان میں لسانی ذرخیزی نے اپنی جڑیں پکڑیں اور کس طرح یہاں کی مقامی بولیوں پر اردو نما زبان ’’کھڑی بولی‘‘ نے اپنے اثرات مرتب کیے نیز اِن بولیوں کی لسانی فضا نے اردو/ ہندی کے اثرات جذب کرنے کے بعد کس طرح کا رنگ و روپ اختیار کیا۔

زبان جو زندگی کی علامت ہے اس میں تغیر پذیری ایک فطری عمل ہے۔ اس ثقافتی وتہذیبی زندگی کے حامل خطہ میں زبان کے علاوہ معاشرت اور سماجی انداز میں اس قدر تنوع دیکھ کر لسانی اقدار و روایت کی جانب توجہ مبذول ہوجاتی ہے۔ پروفیسر غازی علم الدین زبان کو اخلاقی تنزلی اور انحطاط کو طبقاتی پس منظر سے منسوب کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک الفاظ ومحاورات اپنے اندر سماجی رس لیے ہوتے ہیں کیونکہ یہ تہذیب کا جھنڈا اور تاریخ کا آئینہ ہوتے ہیں۔قوموں کے رسوم و رواج، ثقافت ،معاشرت، تاریخ، ترقی اور تنزل انہی الفاظ کے استعمال سے مترشح ہوتے ہیں اور اس ساری صورتحال میں اخلاقی تنزل اور انحطاط جیسے عناصر زبان کے اثرات کو اور زیادہ بہتر صورت میں لا کھڑا کرتے ہیں۔(۷)

زبان جہاں اخلاقی تنزلی اور انحطاط کا سامنا کرتی ہے وہیں اس پر رسم الخط بھی بہت دور رس اثرات ڈالتا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر اردو زبان عربی اور دیوناگری رسم الخط میں لکھی جاتی ہے جبکہ خروشتی رسم الخط کو ہندوستان کا قدیم ترین خط تسلیم کیا جاتا ہے جس کا زمانہ تیسری صدی قبل از مسیح بتایا جاتا ہے اور سرزمینِ ملتان جس کا شمار تہذیبی و ثقافتی نقطہ نظر سے موہنجو داڑو، ہڑپہ اور گندھارا تہذیبوں سے کیا جاتا ہے۔ یہاں پر ہند آریائی زبانوں کا چلن رہا ہے جو اس بات کا عین ثبوت ہے کہ اس خطہ میں جہاں کثیر الالسانی زرخیزی کا عمل ہوا وہیں بہت سے رسوم الخط بھی اپنے اپنے وقت ،زبان اور بولی کی مناسبت سے اپنا

کردار ادا کرنا پڑا۔ یہ بات بھی اپنی جگہ بے حد اہمیت رکھتی ہے کہ املائی تبدیلیاں رسم الخط میں تو کوئی تبدیلی نہیں لاتیں مگر زبان ایک یا ایک سے زیادہ رسم الخط میں بھی لکھی جاسکتی ہے جیسے پاکستان میں پنجابی نستعلیق میں جبکہ بھارت میں گورمکھی رسم الخط میں لکھی جارہی ہے۔ ہاں البتہ زبان ارتقائی مدارج طے کرنے میں تاریخی جبر کا شکار بھی رہتی ہے اسی طرح ہریانی زبان اکستان میں عربی رسم الخط میں جبکہ بھارت میں دیوناگری رسم الخط میں لکھی جاتی ہے مگر ہند آریائی کی دوسری زبانوں کی طرح اردو نے بھی اس سرزمین ملتان کی مقامی بولیوں اور تحتی و ذیلی بولیوں کے رسم الخط پر تو زیادہ اثر نہیں ڈالا مگر ان مقامی زبانوں میں اردو کے املائی لفظوں کے رد و بدل سے بہر حال یہاں کی مقامی زبانیں ضرور متاثر نظر آتی ہیں۔ (۸)

سرزمین ملتان میں تحتی بولیوں پر اُردو کے اثرات نے یہاں کے افراد کے مزاج اور ذہنی و معاشی بدحالی کی عادات واطوار بھی یکسر بدل دی ہیں جبکہ ہمارا مشترکہ قومی مزاج یہ ہے کہ انگریز آئے تو ہم نے انگریزی اپنا لی، رومن رسم الخط اپنا لیا۔ اردو رسم الخط محض کچھ ادیبوں، قلمکاروں، پیشہ وروں اور نچلے طبقہ تک ہی محدود ہوگیا جبکہ اشرافیہ آج بھی اپنی قومی زبان کو سمِ قاتل سمجھتی ہے اور انگریزی کو اپنا اوڑھنا بچھونا۔ دنیا کی تقریباً ۴ ہزار زبانیں اپنی بقا کی جنگ لڑ رہی ہیں اور اب تو ان کی تعداد چھبیس سے زیادہ نہیں ہے اور جہاں تک سوال رسوم الخط کا ہے تو یہ کہ دنیا کے قدیم ترین رسوم الخط خواہ پیکانی ہوں یا سوری، حرفی ہوں یا علامتی سبھی دریاؤں اور سمندروں کے کنارے وجود میں آئے اور اُنہیں ملاحوں نے پھیلایا۔ (۹)

اسی تناظر میں دیکھا جائے تو سرزمین ملتان چونکہ بحری گزرگاہ پر واقع ہے لہٰذا یہاں بھی لسانی اور رسوم الخط کے اختلاط کا عمل ہونا بعید از قیاس نہیں ہے۔ اردو زبان اپنی عصری آگہی اِن مقامی بولیوں کو عطا کر کے نئی تشکیلات کے عمل میں اپنا مثبت کردار مستقل طور پر ادا کر رہی ہے۔ ڈاکٹر اسلم انصاری نے جہاں زبان کو نظام آلات اور معانی کی تخلیق و ترسیل کا پیش رو قرار دیا ہے وہیں اُن کے نزدیک پاکستان کی قومی زندگی کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرنے والی تمام پاکستانی زبانیں اردو کی روشنی میں ہی خود شناسی کا سفر طے کر رہی ہیں۔ اردو اصناف نظم و نثر علاقائی زبانوں میں بھی قبولیت و مقبولیت کی منزلیں طے کر چکی یا طے کر رہی ہے جو اس سرزمین ملتان اور اس خطہ کی لسانی اہمیت کے باب میں تحقیق و مساحت کے لیے نئے باب وا کر رہی ہے۔(۱۰)

سرزمینِ ملتان کی تحتی بولیوں کا مساحتی معائنہ اور جائزہ

مفروضہ: <u>اردو زبان کی آمیزش پنجابی ،ملتانی اور ہریانوی سمیت تحتی بولیوں اور علاقائی زبانوں کے صاف اور شائستہ بنانے میں بنیادی کردار ادا کر رہی ہے</u>

(تجزیاتی رپورٹ)

۱۔ پڑھے لکھے اور اَن پڑھ افراد کی بولی میں آمیزش کے مثبت و منفی اثرات کا جائزہ لینے کے لیے **Likert-Type** سوالنامہ مرتب کیا گیا۔

۲۔ اس پیمانے کی مدد سے رویوں کے بارے میں آگہی کے ساتھ ساتھ ایسے افراد سے بھی سوالات کیے گئے جو بالکل اَن پڑھ ہیں اور سوالنامہ اُن کے سامنے پڑھ کر سنایا گیا اور بعد ازاں جوابات پوچھ کر نتائج کی راہ کو ہموار کیا گیا۔

۳۔ مجموعی طور پر ۴۰۰ افراد کے سامنے یہ سوالنامہ رکھا گیا جن میں سے ۲۰۰ مرد اور ۲۰۰ خواتین کو منتخب کیا گیا۔ مرد اور خواتین کی تعداد میں سے نصف پڑھے لکھے اور نصف ان پڑھ افراد کا انتخاب کیا گیا جبکہ پڑھے لکھے افراد میں پوسٹ گریجویٹ

سے گریجویٹ تک کو منتخب کیا گیا۔

۴۔ سوالنامہ ۳۰ بنیادی نوعیت کے سوالات پر مشتمل تھا اور ہر سوال کے ۵ ممکنہ جوابات درج کر دیے گئے تھے اور تمام سوالات اس طرز پر ترتیب دیے گئے تھے کہ مفروضے کی درست پیانے پر جانچ کی جا سکے۔ اس مقصد کے لیے منفی اور مثبت رویوں کے اظہار کی مدد سے جوابات کا تجزیہ کرتے ہوئے حتمی نتیجے تک رسائی کو ممکن بنایا گیا۔

۵۔ سوالنامے کی جانچ کے لیے اپنے نگران کے ساتھ ساتھ دیگر لسانی محققین کی مدد بھی لی گئی اور بعد ازاں جزوی ترامیم کے بعد سوالنامے کی تقسیم کو عملی جامہ پہنایا گیا۔

۶۔ تمام سوالنامے منتخب افراد تک بذات خود پہنچائے گئے اور اس بات کا خیال رکھا گیا کہ منتخب افراد ہی اس کی انجام دہی میں اپنا کردار ادا کریں۔

سوالنامہ مرتب کرتے ہوئے درج ذیل امور کا خیال رکھا گیا:

(الف) سادہ اور شائستہ اردو زبان کا انتخاب کیا گیا۔

(ب) سوالات مختصر اور ممکنہ حد تک معروضی رکھے گئے۔

(ج) ہر سوال کو پڑھ کر کسی ایک حتمی جواب کے تصور کی وضاحت کا خیال رکھا گیا۔

(ر) جوابات بالکل سادہ اور مختصر رکھے گئے۔

(ز) ہر سوال مادری (پہلی) زبان میں اردو زبان کی آمیزش کے منفی و مثبت اثرات کے جائزہ پر مشتمل تھا۔

## مواده کا تجزیہ اور سکورنگ کا طریقہ کار

تمام تر مواد کا تجزیہ سوالنامے سے حاصل ہونے والے جوابات کو سامنے رکھ کر کیا گیا بعد ازاں چارٹ کی مدد سے حاصل ہونے والے نتائج کا عملی خاکہ پیش کیا گیا۔

### منتخب افراد کی سوالنامے میں دلچسپی کی شرح

| کل افراد | مثبت رجحان | منفی رجحان |
|---|---|---|
| ۴۰۰ | ۳۶۰ | ۴۰ |
| شرح فی صد | ۹۰% | ۱۰% |

یہ چارٹ اس بات کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ سوالنامے میں ۹۰ فی صد افراد نے مثبت رویے کا جبکہ ۱۰ فی صد افراد نے منفی رویہ کا اظہار کیا۔

### علاقائی بولیوں سے متعلق مساحتی معائنہ (ہریانوی/ رانگڑی/ روہتک/ میواتی/ باگڑی)

| علاقائی زبانیں | سرائیکی/ ملتانی | پنجابی | ہریانوی | اُردو |
|---|---|---|---|---|
| پڑھے لکھے ۲۰۰ افراد | ۵۰/۴۷ | ۵۰/۴۳ | ۵۰/ ۲۸ | ۵۰/۳۷ |

| اَن پڑھ ۲۰۰ افراد | ۴۴/۵۰ | ۴۲/۵۰ | ۳۳/۵۰ | ۳۹/۵۰ |
|---|---|---|---|---|
| کل افراد:۴۰۰ | ۹۱/۱۰۰ | ۸۵/۱۰۰ | ۶۱/۱۰۰ | ۷۶/۱۰۰ |

☆ نیز پڑھے لکھے ۲۰۰ اافراد میں سے۴۵ افراد نے ان علاقائی بولیوں سے متعلق سروے سے لاتعلقی کا اظہار کیا جبکہ ان پڑھ ۲۰۰ افراد میں سے بھی۴۲ نے ایسے ہی عمل کا مظاہرہ کیا۔

مندرجہ بالا چارٹ منتخب افراد کے مابین بولی جانیوالی مادری (پہلی) زبان کے بارے میں معلومات پرمبنی ہے۔

## جوابات سے متعلق پیش رفت کا مساحتی معائنہ

| منتخب افراد | تعداد | یقیناً | ہاں | نہیں | بالکل نہیں | پتہ نہیں |
|---|---|---|---|---|---|---|
| پڑھے لکھے (مرد) | ۱۰۰ | ۲۶/۱۰۰ | ۴۳/۱۰۰ | ۲۳/۱۰۰ | ۶/۱۰۰ | ۲/۱۰۰ |
| پڑھے لکھی (خواتین) | ۱۰۰ | ۲۲/۱۰۰ | ۳۰/۱۰۰ | ۳۲/۱۰۰ | ۴/۱۰۰ | ۱۲/۱۰۰ |
| کل پڑھے لکھے افراد | ۲۰۰ | ۴۸/۲۰۰ | ۷۳/۲۰۰ | ۵۵/۲۰۰ | ۱۰/۲۰۰ | ۱۴/۲۰۰ |
| اَن پڑھ (مرد) | ۱۰۰ | ۳۳/۱۰۰ | ۲۸/۱۰۰ | ۲۰/۱۰۰ | ۹/۱۰۰ | ۱۰/۱۰۰ |
| اَن پڑھ (خواتین) | ۱۰۰ | ۳۷/۱۰۰ | ۲۶/۱۰۰ | ۲۴/۱۰۰ | ۵/۱۰۰ | ۸/۱۰۰ |
| کل اَن پڑھ افراد | ۲۰۰ | ۷۰/۲۰۰ | ۵۴/۲۰۰ | ۴۴/۲۰۰ | ۱۴/۲۰۰ | ۱۸/۲۰۰ |
| کل میزان | ۴۰۰ | ۱۱۸/۴۰۰ | ۱۲۷/۴۰۰ | ۹۹/۴۰۰ | ۲۴/۴۰۰ | ۳۲/۴۰۰ |

مندرجہ بالا چارٹ منتخب افراد سے حاصل ہونے والے جوابات کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے جومنتخب افراد کی تعداد اور جواب کی نوعیت کے بارے میں ابتدائی معلومات بہم رکھتا ہے۔

### جوابات سے متعلق شرح معائنہ

| منتخب افراد | یقیناً | ہاں | نہیں | بالکل نہیں | پتہ نہیں |
|---|---|---|---|---|---|
| کل پڑھے لکھے اور اَن پڑھ (افراد)۴۰۰ ۱۰۰% | ۲۹.۵% | ۳۱.۷۵% | ۲۴.۷۵% | ۶% | ۸% |
| کل پڑھے لکھے (مردو خواتین) ۲۰۰ ۱۰۰% | ۲۴% | ۳۶.۵% | ۲۷.۵% | ۵% | ۷% |
| کل اَن پڑھ (مردو خواتین) ۲۰۰ ۱۰۰% | ۳۶% | ۲۷% | ۲۲% | ۷% | ۹% |

مندرجہ بالا چارٹ میں پڑھے لکھے اور اَن پڑھ افراد کے جوابات کی شرح فی صد دکھائی گئی ہے۔اس مساحتی معائنہ، جائزہ اور سرزمینِ ملتان میں اردو کے اثرات کی لسانی ولسانیاتی پہلوؤں پر بحث کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہر زبان اپنا الگ لسانی تناظر اور تشخص رکھتی ہے جوشعوری یا غیر شعوری طور پر دوسری ہم عصر زبانوں یا مقامی بولیوں سے اختلاط و اشتراک کے بعد اپنا مقام و مرتبہ متعین کرتی ہے اور اس مقصد کے لیے صدیوں کی کاوش درکار ہوتی ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا کے نزدیک ہر زبان کا ایک لسانی تناظر ہوتا ہے جس پر دوسری زبانوں سے اخذ و اکتساب کی ساری داستان رقم ہوتی ہے۔ اردو زبان کے لسانی تناظر میں ہمیں فارسی، عربی، انگریزی اور پراکرتوں کے الفاظ کی بازگشت سنائی دیتی ہے مگر یہ سب کچھ ایک فطری طریق سے انجام پاتا ہے۔ اسی لیے اردو زبان کی تشکیل میں دوسری زبانوں کے الفاظ چمٹے ہوئے دکھائی نہیں دیتے بلکہ یہ زبان اپنے اثرات انگریز زبانوں پر ڈال کر اُن کی لسانی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرتی ہے۔(۱۱)

مندرجہ بالا مساحتی معائنہ کے بعد یہ بات تو مسلمہ ہے کہ اردو زبان نے اس سرزمین ملتان کی نہ صرف لسانی آبیاری میں بھرپور کردار ادا کیا بلکہ یہاں کی مقامی زبانوں ملتانی، سندھی، ہریانوی، سرائیکی، پشاچی، نصف ناگری اور ملگاری زبانوں کو بھی لسانی اور لسانیاتی ہر دو پہلوؤں سے بے حد متاثر کیا۔

## تجزیاتی معائنہ

۱۔ منتخب ۴۰۰ میں سے ۱۱۸ افراد کی رائے یہ تھی کہ مادری (پہلی) زبان میں اردو کی آمیزش سے مثبت تبدیلی کے واضح امکانات موجود ہیں۔ جس کی شرح ۲۹.۸% بنتی ہے۔

۲۔ منتخب ۴۰۰ میں سے ۱۲۷ افراد کی رائے تھی کہ مادری (پہلی) زبان میں اردو زبان کی آمیزش سے مثبت تبدیلیاں وقوع پذیر ہونے کے امکانات ہیں اور یہ رائے ۳۱.۷۵% افراد کی ہے۔

۳۔ منتخب ۴۰۰ میں سے ۹۹ افراد کا خیال یہ ہے کہ مادری (پہلی) زبان میں اردو زبان کی آمیشش سے مادری (پہلی) زبان پر کوئی فرق نہیں پڑے گا اور یہ رائے ۲۴.۷۵% کی ہے۔

۴۔ منتخب ۴۰۰ میں سے ۲۴ فراد کی رائے یہ تھی کہ مادری (پہلی زبان میں اردو زبان کی آمیزش سے قطعاً کوئی فرق نہیں پڑے گا اور یہ رائے ۶% کی ہے۔

۶۔ منتخب ۴۰۰ میں سے ۳۲ افراد نے اس بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا اور یہ رائے بھی ۸% افراد کی ہے۔

۶۔ منتخب ۴۰۰ افراد میں سے ۹۱ افراد کی مادری (پہلی) زبان ملتانی/ سرائیکی، پنجابی، اردو، ہریانوی کے علاوہ رانگڑی ،روہتکی، میواتی یا دیگر زبانیں سامنے آئی لہٰذا اِن افراد نے اس سروے میں حصہ نہیں لیا اور یہ شرح ۲۲.۷۵% بنتی ہے۔

نتیجہ:۔ اردو زبان کی آمیزش سے مادری (پہلی) زبان کے ساتھ ساتھ علاقائی وتحتی بولیوں سمیت ملتانی / سرائیکی، پنجابی، ہریانوی زبانوں کے صاف اور شائستہ ہونے کے بھی واضح امکانات موجود ہیں۔

☆☆☆

## حواشی


۱۔ مہر عبدالحق، ڈاکٹر، ''ملتانی زبان اور اس کا اردو سے تعلق''، بار اول، ۱۹۶۷ء، مکتبہ جدید پریس، لاہور، ص۹۴، ۹۵

۲۔ ابوظفر ندوی، سید، ''تاریخ سندھ''، اعظم گڑھ، ۱۹۴۷ء، ص۳۶۵

۳۔ سمیع اللہ قریشی، ڈاکٹر، مترجم بتلی پیرزادہ، ''آٹھ قومی زبانیں''، اخبارِ اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جولائی ۲۰۱۲ء، ص۳۱

۴۔ اردو کا ابتائی زمانہ، شمس الرحمٰن فاروقی ادبی تہذیب و تاریخ کے پہلو، آج کی کتابیں، ۳۱۶، مدینہ سٹی سٹال، کراچی، ۷۴۴۰۰، ۱۹۹۹ء، ص۱۴۶

۵۔ مرزا خلیل بیگ، ڈاکٹر، ''اردو کی لسانی تشکیل'' ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، بار دوم، ۱۹۹۰ء، ص۲۹

۶۔ ڈاکٹر نصراللہ خان، ناصر، اخبارِ اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، فروری، ۲۰۱۲ء، ص۹

۷۔ غازی علم الدین، پروفیسر، ''الفاظ کے اخلاقی انحطاط کا نفسیاتی پس منظر''، مشمولہ اخبارِ اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، فروری ۲۰۱۲ء، ص۲۴

۸۔ عامر سہیل، رسم الخط کی تاریخ اور ہندکو زبان کا رسم الخط، مشمولہ اخبارِ اردو، اگست ۲۰۱۲ء، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص۳

۹۔ عطش درانی، ڈاکٹر، پروفیسر، ''اردو رسم الخط کے مسائل- جدید تقاضے'' مشمولہ اخبارِ اردو، نومبر ۲۰۱۳ء، ص۱۴

۱۰۔ اسلم انصاری، ڈاکٹر، ''اردو زبان اور عصری آگہی''، مشمولہ اخبارِ اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، اگست ۲۰۱۱ء، ص۸

۱۱۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، ''اردو انگریزی کے استعمال کے جائز حدود''، مشمولہ اخبارِ اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جون۔جولائی ۲۰۱۳ء، ص۲